

قرآن مجید اور وحی،

عقلیت اور استدلال



آج اسلامی دنیا کے بعض مخصوص حلقوں میں ایک نہایت افسوس ناک روحانی یہ پایا جاتا ہے کہ کوئی ایسا نظریہ حیات (آنیڈ یا وحی)، اپنا یا جائے جامغری ملکوں میں بطور فیشن کے راجح ہو اور اس کے ساتھ لفظ "اسلامی" لگادیا جائے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے "اسلامی ڈمیوکریٹی" یا "اسلامی سو شلزم" یا "اسلامی عقلیت" اور اس جیسی دوسری اصطلاحات ہماری نظر وہ کے سامنے آ رہی ہیں۔ یہ روحانی کر اسلام کو دیکھنے میں مادرن اور آپ ٹوڈیٹ، بناراؤ سے قابل قبول بنانے کی کوشش کی جائے، اسلام کو اصولوں کے ایک کامل مجموعہ اور ایک مکمل عالمی تصور کے اعلیٰ درجے سے گرا کر ایک ایسے صفت سے منسوب کرنا ہے، جس کا مغربی تہذیب کے تابعے بانے میں جس نے کہ ان اصطلاحات کو جنم دیا ہے، بالکل دوسرامضموم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دانش مند غیر مسلموں اور اسی طرح خود نوجوان مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اسلام کو صرف اسی صورت میں احترام حاصل ہو سکتا، بلکہ اس سے والبٹلی پیدا ہو سکتی ہے اگراؤ سے اس طرح پیش نہ کیا جائے کہ آج مغرب میں فیشن کے طور پر جو نظریہ ہائے حیات راجح ہیں، ان میں سے ایک اسلام بھی ہے، بلکہ اس طرح کہ اسلام خود زندگی اور اس دنیا میں انسان کی پوری سے جدوجہد کے باسے میں ان مغربی نظریہ ہائے حیات کے مقابلے میں ایک واضح تبادل نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اسلام کے دفاع کی بنیاد کمزور مذاقہ نہ معدودت پر ہوگی، جس کے کہ پیش نظر صرف یہ ہو کہ جو چیز بھی آج بطور فیشن راجح ہے، اُسے اسلامی بنانکر دکھایا جائے، تو یہ کسی سمجھ بو جهد والے کو قائل نہیں کر سکے گی اور ایک دانش مند مبصر کو یہ اسلام ایک دوسرے درجے کا مغربی نظریہ حیات (آنیڈ یا وحی) نظر آئے گا۔ اب اگر اسلام کو، فرض کیا بطور سو شلزم یا ایک نظام عقلیت کے پیش کیا جاتا ہے، تو ایک سمجھدار جدید دمادرن (آدمی، جو عقیدہ و مذہب کے دائرے سے باہر ہے، قدرتاً سو شلزم اور عقلیت

کی زیادہ واضح صورتوں کو مغربی فلسفوں اور نظریہ ہائے حیات میں تلاش کرے گا تھا کہ آن کی اسلامی صورتوں میں۔ بعض ایسے تجدید پسند (ماڈرن) مسلمان ہیں جو ایک سید سے سادے عقليت پسند اسلام کے نام پر، جسے وہ سمجھتے ہیں کہ آج کی دنیا کا ساتھ دے سکے گا، چودہ سو سال کی اسلامی تہذیب و ثقافت اور دانش و حکمت کے مکاتب کو جو اس طویل مدت میں بار آور ہوئے، گلدستہ طاقی نسیاں بنانے کو تیار ہیں۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ مذہب کے ضمن میں جدید دنیا کو جو بڑے اہم مسائل درپیش ہیں، وہ چیخ خواہ ما کرنم ہو۔ یا ڈار فنیزم یا غیر مندرجہ (سیکولر) وجودیت۔ آن کا حل اسلام کی سیدھی سادھی عقلی تعبیر نہیں، جیسا کہ سلفیہ مدرسہ نکر وغیرہ کا مسلک تھا، بلکہ اس کے لئے اُس حکمت و دانش کے عین ما بعد الطبیعیاتی اور فلسفیانہ خزانے کی طرف رجوع کرنا ہو گا، جسے اسلام نے وجود بخشنا۔ یہ حکمت و دانش جہاں ایک طرف منطقی اور عقلی ہے، وہاں اس کے ساتھ یہ محض استدلالی ہو کر نہیں رہ سکتی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغربی زبانوں میں عقليت کا معین طور پر کیا مفہوم ہے؟۔ ایک آدمی کو عقلی دلیل آرائی و منطق اور عقليت میں جو علم صحیح کی بنا صرف عقل پر رکھتی ہے، اور اُسے حقیقت کو جانتے کا واحد معیار مانتی ہے، فرق کرنا چاہیے۔ بعض دفعہ ارسطو طالیسی عقليت کا نام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ارسطو کے فلسفہ میں ما بعد الطبیعیاتی و جدالیات بھی ہیں، جنہیں محض انسانی استدلال کا حاصل نہیں کہا جاسکتا۔ یہ نظریہ کہ علم صحیح کی بنا عقل پر ہے، اس حقیقی عقليت کی ابتدا جدید مغربی فلسفہ سے ہوتی ہے۔ بے شک اس کے کچھ آثار عہدِ قدیم میں بھی ملتے ہیں۔ عقليت بحیثیت اس کو شمش کے کہ ایک ایسا تنگ اور محدود نظام وجود میں لایا جائے جو تمام حقیقت کا احاطہ کرے اور یہ صرف انسانی عقلی استدلال پر مبنی ہو، اس عقليت کی ابتدا دیکارت سے ہوتی ہے، جس کے باہم خود حقیقت کا آخری قطعی معیار صفر انسانی انہا ہے نہ کہ المیاتی عقل یا خالص وجود۔ ”میں سوچتا ہوں۔ اس لئے میں ہوں۔“ انسانی علم کو الفرادی عقلی استدلال اور الفرادی اُنا کے شعور کا پابند نہ کہ اس کی حد بندی کر دیتا ہے اور یہی وہ رجحان ہے جو اٹھا رہو یں اور انیسویں صدی کی تحریک عقليت میں اپنے عروج کو پہنچا اور پھر اس نظام عقليت کے خودا پہنچو جئے اس کی دیواریں دراڑیں پیدا کر دیں اور نیچے سے غیر عقلی عنابر پھوٹ پڑے اور اس میں آکر مل گئے۔

اسلام میں عقل و استدلال کا جو کردار ہے، اُسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس نظام عقليت

میں جو یورپ کی امصار ہوئیں اور انہیوں صدی میں اپنے عروج کو پہنچا اور اس منطق اور عقل و فہم میں جس کا احترام اسلام کی خصوصیت ہے، فرق کیا جائے۔ اسلام منطق کا احترام کرتا ہے کیونکہ یہ منطق بحیثیت خود حقیقت کا ایک پہلو ہے اور حقیقت یعنی "الحق" اللہ کا ایک نام ہے۔ اسی طرح عقل اور فہم ایک خداگی عطیہ ہے، جو انسان کی عقیدہ تو حید اور وحی کا جو اسلامی تصور ہے، اُس کی اہم خصوصیات کے اثبات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کے عالمی تصور میں منطق کا کمر دار ایک زینہ کا ہے، جو انسان کو خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ نظام عقلیت کا مغرب میں مغرب ہیں میں رواتی مسیحی شخص کا خدا تعلق اسلام کی طرح عقل و فہم کے ذریعہ نہیں، بلکہ زیادہ تر اپنے ارادے سے تھا جس طرح ارتقا، ہوا، وہ ایک حجاب بن گیا جس نے بندے کو خدا سے جلا کر دیا اور اس کا نتیجہ بندے کی آسانوں کے خلاف بغاوت کی شکل میں نکلا۔ اسلام میں منطق اور عقل و فہم کو جس طرح منطبق کیا گیا، اُس کا حاصل نتیجہ مسجد ہے، جس کا حُسن تناسب اور باقا عدگی اللہ تعالیٰ کی حضوری کا دھیان دلاتی ہے۔ اور جدید مغرب سائنس کو، جو ستر ہوئی صدی کی عقلیت میں راستخ ہوئی، جس طرح منطبق کیا گیا۔ اُس کا حاصل نتیجہ آج کا کارخانہ اور کئی کئی منزروں کی فلک شکاف عازتیں ہیں، جو گوہندسی قاعدوں کے مطابق اور بعض دفعہ موزوں و متناسب بھی ہوتی ہیں، لیکن ان میں ماڈلائزٹ کے مفہوم و معنی کی کمی نمایاں نظر آتی ہے اور فی الحقیقت یہ اُس قبیل کے آدمی کی جدوجہد کی نمائندگی کرتی ہیں، جس نے کہ خدا سے بغاوت کی ہو۔ عقل و منطق کو دونوں جگہوں میں جس طرح منطبق کیا گیا، ان دونوں کے اختلاف سے ایک اُدمی اُس عمیق فرق کو دیکھ سکتا ہے، جو مغرب کے نظام عقلیت اور اسلام میں عقل و فہم و منطق سے جس طرح کام لیا گیا، اُس میں ہے۔

واخر یہ ہے کہ اسلام جدید دنیا کی جس میں عقل اور وحی یا سائنس اور مذہب کا تضاد نہایت خطناک حد و نتکف بسچ چکا ہے، سب سے بڑی خدمت یہ انجام دے سکتا ہے کہ وہ دنیا کو بتائے کہ وحی اور عقل میں ہم آہنگی اور استفادہ ممکن ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے۔ اسلام میں وحی کا مصدر و شیخ جبریل ہے یا آپ اُسے حدیث نبوی کی زبان میں "عقل محل" کہہ لیجئے، اور لفظ "عقل" سے مراد لغوی اشتہاق کے لحاظ سے دو چیزیں ہیں۔ ایک جو وجود مطلق کو خلق و تخلیق کی جہت میں پاندرا محمد و دکر تی ہے، اور دوسرا جو انسان کو حقیقت اور خود اللہ سے والبستہ کرتی ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، یہ عقل ہی ہے جو انسان

کو سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) پر رکھتی ہے اور اُسے ادھر ادھر بھلکنے سے روکتی ہے، اسی ناپر قرآن مجید کی بہت سی آیات میں ان لوگوں کو جو مگراہ ہو گئے، بغیر عقل اور سمجھ کے بتایا گیا ہے (دھم لا یعقلون و ہم لا یفکھوں)۔ اسی طرح "علم"، جسے اسلام کے بہت سے جدید معدودت خواہ بغیر کسی قید اور ترمیم کے موجودہ سائنس کے مراد ف قرار دیتے ہیں، قرآن و حدیث کی زبان میں وہ ہے جو انسان کو ذات خداوندی، ابدي حقیقوں، دوسری دنیا جو اس زندگی کے بعد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی آگاہی بخشتا ہے۔ بعض احادیث میں تو "علم" سے مراد صرف آخرت کا علم بتایا گیا ہے۔

یہ ہن (INTELLECT) جو ایک ہی وقت میں وحی کا مصادر و منبع بھی ہے اور خود انسان کے اندر بھی چھوٹے پیانے پر موجود ہے، اُسے صرف عقل و استدلال تک ہی محدود نہیں کر لینا چاہیے۔ یہ غلطی ہوگی۔ لفظ عقل کے کئی مفہوم ہیں۔ یہ علوی والہی سورج بھی ہے جو انسان کے اندر صنوافنگ ہے اور اس کا عکس جب دماغ کی سطح پر پڑتا ہے، تو اُسے ہم تعقل و استدلال کہتے ہیں۔ اس عکس سے ہم اُس کے اصل مصادر و منبع تک جاسکتے ہیں بشرطیکہ اس عقل کو خواہشات نے دھنڈ لانا دیا ہو، اور بشرطیکہ یہ عقل سليم ہو۔ لیکن اگر اس عقل کو خواہشات اور نفسانیت نے دھنڈ لادیا ہو تو پھر یہ عقل ایک حباب بن جاتی ہے جو انسان کو الہیت و ملکوتیت سے اوچھل کر دیتی ہے۔ اور وہ راہ راست سے بہک جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر دھی کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوتی۔ وحی عالمی ذہن یعنی "کلمة الله" کا ایک کائناتی مظہر ہے، جو انسان کو چھوٹے پیانے پر ذہن کا ایک مظہر جھیا کرتا ہے، نیز اُسے الہی قانون بخشتا ہے، جو انسان کو خود اُس کی خواہشات سے بچاتا ہے اور عقل کے لئے یہ ممکن بناتا ہے کہ وہ صحیح و سالم یعنی "سلیم" رہ سکے۔

اس صورت میں عقل و استدلال، جو کہ انسانی نفس پر ذہن کا عکس ہے، الہی صدائیں تک، جو وحی میں موجود ہوتی ہیں اور جو کہ مافق العقل ہیں نہ کہ عقل کے خلاف، سچنے کا واسطہ بھی ہو سکتا ہے اور ایک حباب بھی۔ جو ان الہی صدائیوں کو انسان سے اوچھل رکھتا ہے اور اس طرح یہ ذریعہ بنتا ہے اللہ اور اس کے نازل کردہ دین سے بغاوت کا۔ مسلمان عارفوں نے تمام زمانوں میں عقل و استدلال کی تلوار کی اس دو دھاری خصوصیت کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے۔ بعض جیسے امام غزالی، مولانا جلال الدین رومی اور امام فخر الدین رازی نے غالباً انسانی عقل کے منفی پہلو کو ایک حباب اور روک بتایا ہے

اور اس کا اثبات کیا ہے کہ وہ الہی حقیقتوں تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ داقعہ یہ ہے کہ مولانا مریم عقل کے دو پہلوں میں، جن میں سے ایک کو وہ "عقل جزئی" اور دوسرے کو "عقل" کا نام دیتے ہیں، جو فرق و امتیاز پایا جاتا ہے، اُس کا بہت زیادہ احساس تھا، وہ فرماتے ہیں:-

عقل جزئی عقل را بد نام کرد

بعض دوسرے جیسا کہ ابن سینا، ابن عربی اور صدر الدین شیرازی ہیں، انہوں نے استدلال کے ذریعہ "عقل" سک پہنچنے کی گوشش کی اور منطق اور انسان کی عقلي صلاحیتوں کی مدد سے اُسے اپنے طور سے بلند تر اور ان سے ماوراء جانا چاہا عقل کے ان دو پہلوؤں کے تعین میں غلطی کرنا بہت بُری حادثت ہو گی اور اسلامی حکمت و دانش کے غلظی نہزادے فائدہ اٹھائے بغیر جس میں اس مسئلے کو بڑا واضح کیا گیا ہے، اسلام کو اس امید پر عقليت کا مراد فقرار دیا کہ کسی طرح اسلام میں عقليت کی تحریک کے نتائج اس مضم میں سیکھی یورپ میں جو کچھ ہوا، اُس سے مختلف ہوں گے، غلطی ہو گی۔

اگر اسلام کو عقليہ اور عقل کے تضاد سے بچنا ہے، اور بعض نوجوانوں کے اس روحانی کو جو مغربی سائنس اور فلسفہ سے ان کے پہلے پہلے ارتبا طے سے ان کے اندر اسلام سے دُوری کا پیدا ہو گیا ہے، روکنا ہے تو اُسے لازماً اس علم دین کو باقی رکھنا ہو گا، جو اسلام میں بڑا ہم رہا ہے۔ قرآن اور سائنس میں اس طرح ہم آہنگی پیدا نہیں کی جاسکتی کہ قرآن کی ایک آیت سے کسی خاص سائنسی امکنہ کا، جو جلد ہی فرسودہ ہو جائے گا، ثبوت ہم کر دیا جاتے۔ قرآن سائنس کے مفصل قواعد پیش نہیں کرتا بلکہ وہ پوسٹ علم کے اصول پیش کرتا ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ مجموعی عالمی تصور اور ما بعد الطبیعتی تکروجیں کی جڑیں قرآن میں ہیں اور جو عقل کی روشنی سے ظہور پذیر ہوتا ہے، باقی رکھا جائے اور اُس کا احیا ہو۔ اور یہ عقل کی روشنی قرآن سے پوری طرح مربوط ہے اپنے مواد اور مصدر و منبع ہر دو اعتبار سے۔ پھر اس حکمت و دانش کی روشنی میں فطرت اور انسان دونوں کا فلسفہ وجود میں لا یا جا سکتا ہے جو عقلی استدلال کی ضرورتوں کا بغیر لا اور یہ عقليت کے جان میں پہنچے، پورا حق ادا کر سکے گا۔

آج پوری دنیا مسلم اور غیر مسلم دونوں، اس طرح کی حکمت و دانش اور اس پر بنی فطرت اور انسان کے فلسفہ کی محتاج ہے، اور اس حکمت و دانش کو اظہار کے جدید طریقوں کی اصطلاحات میں صرف اس طرح نئے سرے سے نزدہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے نہایت ہی سیر حاصل عقلی درشت کی

طرف رجوع کیا جائے۔ زیر کار اس عقلی درستی کو تباہ کر کے سپاٹ قسم کی عقليت کو جو مادرائی و سعتوں سے تھی دامن ہے، اپنا یا جائے۔ ایک ایسا حل جو علم کے تقدیس والہیت پر مبنی ہو اور عقیدہ اور استدلال کی ہم آہنگی جس کی اساس عقل ہو جو کہ دونوں کی اصل منبع ہے، اسلام اس حل کو پیش کر کے دنیا کے لئے ایک نہایت ہی اہم پیغام کا حامل بن سکتا ہے۔ بجائے اس کے کم غربی مفکروں کی میزرسے روٹی کے گردے پڑے ٹکڑے چُن کر ان کے ساتھ اسلام کا لیبل لگا دیا جائے، اسلام عقل اور وحی یا سائنس اور منہب کے باہمی تعلق کے بارے میں اپنا ایک نیا تصور فراہم کر سکتا ہے، اور یہ تصور اسلام کے مستقبل کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اور یہی وہ تصور ہے جس کے تمام روئے زمین کے بہت سے مسجددار لوگ بے تابی سے مستظر ہیں۔

خدا کمرے اسلامی دنیا کے حقیقی فکری رہنماء اس مقصد کو کامیابی سے پائی تکمیل تک پہنچا سکیں۔ **والله اعلم**۔ (انگریزی سے ترجمہ)۔

سید حسین نصر صاحب طهران یونیورسٹی میں ارٹ فیکٹلی کے ڈین اور فلسفہ کے پروفیسر ہیں۔ آپ نے اسلام پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی انگریزی تصنیفات میں الاقوامی علمی حلقوں میں بڑی مقبول ہیں۔ موصوف کا اسلامی فلسفہ کا غائر مطالعہ ہے اور عربی زبان میں آپ بڑی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی یورپی زبانوں پر بھی آپ کو عبور حاصل ہے۔ سید حسین نصر صاحب کا شمار ایران کے چند چوٹی کے دانش ورثوں میں ہوتا ہے۔ وہ علمی المحاظت سے جدید تر ہونے کے باوجود قدامت سے بکھرا اور لگا د رکھتے ہیں، چنانچہ وہ اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ مسلمان اہل فکر تقدیر یورپ کے بجائے اپنے علمی و فکری ماضی کا احیا کریں اور اس سے خود بھی رہنمائی حاصل کریں، اور دنیا کو بھی تی راہ دکھائیں۔

سید حسین نصر صاحب بیرونیت کی جامعہ امریکہ میں بھی پروفیسر رہے ہیں، اور آپنے امریکہ کی بعض یونیورسٹیوں میں بھی پڑھایا ہے۔

آپ نے یہ مقالہ میں الاقوامی اسلامی کالجزنس میں جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیرِ انتظام گزشتہ فوری میڈیا و پیڈیا میں منفرد ہوئی تھی، پڑھا تھا۔ اپنے مقالہ میں سید حسین نصر صاحب نے ایک حدیث کے حوالے سے جبریل کو عقل کل سے تغیری کیا ہے، حصہ کے نمائندے نے اجلاس ہی میں اس پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ حدیث نہیں۔